## سوال

(178)قرض کے پسوں کے کاروبار میں منافع میں قرض دینے والے کا حصہ

## جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

زید عمرو سے کچھ روپے اس شرط پر قرض لیتا ہے کہ اس روپے سے جو منافع حاصل ہوگا، اس میں سے ایک حصہ تم کو، بھی دیا کروں گا، عمرو اس کاروبار میں کچھ حصہ نہیں لیتا؟ صرف اس نے روپیہ قرض دیا ہے۔ اس صورت میں جو روپیہ عمرو کو بصورت منافع زید سے حاصل ہوگا، آیا یہ روپیہ ''سود،، کے حکم میں ہے یا نہیں؟ کیوں کہ روپیہ اسی شرط پر دیا ہے، اگر زید نے روپیہ بلا شرط لیا ہے اور پھر خود بخود بخوشی منافع میں سے کچھ روپیہ عمرو کو دینا ہے، کیا یہ بھی ''سود،، میں داخل ہے؟

---

# الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد لله، والصلاة والسلام علىٰ رسول الله، أما بعد!

اگر کسی نے دوسرے شخص کو اس شرط یہ یا وعدہ پر روپیہ دیا ہے کہ اس روپیہ میں، کاروبار سے حاصل شدہ منافع میں سے کچھ حصہ (معین یا غیر معین) مجھ کو دینا، یا شرط اور وعدہ تو نہیں لیا ہے، لیکن اس مقام میں یہ دستور اور عرف وعادت ہے کہ قرض لینے والا قرض دینے والے کو منافع میں سے کچھ رقم دیا کرتا ہے، تو یہ دونوں صورتیں شرعاً ناجائز اور بالاتفاق ممنوع ہیں۔ کیوں کہ یہ ''ربا،، اور ''سود،، ہے، منفعت مشروط یا موعود یا مروجہ ومعتادہ عوض سے خالی ہے، اور یہی معنی ربا محرمہ کا ہے۔

قال فی التفسیر المظہری تحت قولہ تعالی: (وحرما الربا) : ''والمغنی أن اللہ تعالی حرم الزیادة فی القرض علی المقدار المرفوع، والزیادة فی البیع لأحد البدلین علی الآخرة،،

''الربا: ہو فضل مال خال عن عوض شرط لأحد المتعاقدین فی معاوضة مابمال،، (ملتقی الأبحر ص :99).

امام مالک فرماتے ہیں: ''قَالَ مَالِكٌ: لَا بَأْسَ بِأَنْ يُقْبَضَ مَنْ أُسْلِفَ (1) شَيْئاً مِنَ الذَّهَبِ، أَوِ الْوَرِقِ، أَوِ الطَّعَامِ، أَوِ الْحَيَوَانِ، مِمَّنْ أَسْلَفَهُ ذٰلِكَ، أَفْضَلَ مِمَّا أَسْلَفَهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ عَلَى شَرْطٍ (2) أَوْ وَأْيٍ، أَوْ عَادَةٍ (3). فَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى شَرْطٍ، أَوْ وَأْيٍ، أَوْ عَادَةٍ فَذٰلِكَ مَكْرُوهٌ، وَلَا خَيْرَ فِيهِ

قَالَ: وَذٰلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم، قَضَى جَمَلًا رَبَاعِياً خِيَاراً مَكَانَ بَكْرٍ اسْتَسْلَفَهُ

وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، اسْتَسْلَفَ دَرَاهِمَ فَقَضَى خَيْراً مِنْهَا فَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى طِيبِ نَفْسٍ مِنَ الْمُسْتَسْلِفِ وَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ عَلَى شَرْطٍ، وَلَا وَأْيٍ، وَلَا عَادَةٍ كَانَ ذٰلِكَ حَلَالًا، لَا بَأْسَ بِهِ

قال الہمام: قالوا: انہ انما یحل ذلک عند عدم الشرط اذا لم یکن فیہ عرف ظاہر کان یعرف ان ذلک یفعل کذلک فلا (محلی شرح موطا للشیخ سلام اللہ)

روی مالک عن نافع انہ سمع عبداللہ بن عمر یقول : من اسلف سلفا یشترط الاقضاءۃ (موطا بروایۃ محمد (828) ص :293)

وَمِمَّا يَدُلُّ عَلَى عَدَمِ حِلِّ الْقَرْضِ الَّذِي يَجُرُّ إلَى الْمُقْرِضِ نَفْعًا مَا أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ مَوْقُوفًا بِلَفْظِ : «كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ وَجْهٌ مِنْ وُجُوهِ الرِّبَا» وَرَوَاهُ فِي السُّنَنِ الْكُبْرَى ، عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوفًا عَلَيْهِمْ وَرَوَاهُ الْحَارِثُ بْنُ أَبِي أُسَامَةَ مِنْ حَدِيثِ عَلِيٍّ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - بِلَفْظِ : «إنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - نَهَى عَنْ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً» وَفِي رِوَايَةٍ : «كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا» وَفِي إسْنَادِهِ سِوَارُ بْنُ مُصْعَبٍ وَهُوَ مَتْرُوكٌ (نیل الاوطار 5/351)

قال محمد فی کتاب الصرف : ان ابا حنیفۃ کان یکرہ کل قرض جر منفعۃ قال الکرخی : ہذا کانت المنفعۃ مشروطہ فی العقد بان اقرض غلۃ علیہ صحاحا اوما اشبہ ذلک فان لم تکن المنفعۃ مشروطۃ فی العقد فاعطاہ المستقرض اجود مما علیہ فلا باس بہ (عالمگیری 148/3)

ان تمام عبارات فقہ وحدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ قرض دینے والے کو مدیون کی طرف سے اصل دین کے علاوہ جو کچھ بھی از روئے وعدہ وشرط یا عدت وعرف وہ ربا سود ہونے کی وجہ سے حرام وممنوع ہے ہاں اگر مدیون بغیر شرط اور وعدہ کے اور بصورت عدم عرف وعادت کے قرض خواہ کو اپنی خوشی سے اصل دین کے علاوہ کچھ حصہ منافع کا دے دے بلاشک وشبہ اس زائد رقم کا قبول کرنا جائز ہے ۔ لحدیث ابی ہریرہ وجابر وابی رافع والعرباض واخرج حدیث وجابر الشیخان فی صحیحہا)

قال الشوکانی : وفیہ ای حدیث ابی ہریرۃ جواز ردما ہو افضل من المثل المفترض اذا لم تقع شرطیۃ ذلک فی العقد وبہ الجمہور قال

وَأَمَّا الزِّيَادَةُ عَلَى مِقْدَارِ الدَّيْنِ عِنْدَ الْقَضَاءِ بِغَيْرِ شَرْطٍ وَلَا إضْمَارٍ فَالظَّاهِرُ الْجَوَازُ مِنْ غَيْرِ فَرْقٍ بَيْنَ الزِّيَادَةِ فِي الصِّفَةِ وَالْمِقْدَارِ وَالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ (نیل الاوطار 350/5)

پس صورت مسولہ میں زید کی طرف سے عمر کو بموجب شرط منافع میں سے جس قدر حصہ ملے گا وہ بلاشک وشبہ ربا سود ہے ۔

وہکذا المنافع التی یقسمہا یعطیہا المشرکین اصحاب لبنوک الاہلیۃ اوالوطنیۃ القومیۃ اولاجنبیۃ البتہ اگر زید عمر و کو بغیر شرط وعدہ بصورت انتقاء عرف وعادت ورواج اپنی خوشی سے اصل رقم دین سے زائد کچھ دیدے تو عمرو کےلئے اس کا قبول کرنا جائز ہے کما تقدم اسی طرح عمرو وزید کو بطریق مضاربت روپیہ دیدے اور منافع میں سے ایک معین حصہ لے مثل ثلث یا ربع نصف تو شرعا جائز ہے ۔ مضاربت میں ایک کا روپیہ ہوتا ہے اور دوسرے کی محنت وعمل ۔ اور دونوں نفع میں شریک رہتے ہیں

المضاربۃ : عقد علی الشرکۃ بمال من احد الجانبین ومرادہ الشرکۃ فی الربح وہو یستحق بالمال وہو یسمی بالمال من احد من الجانبین والعمل من جانب الاخر ولامضاربۃ بدونہا الاتری ان الربح لو شرط کلہ لرب المال کان بضاعۃ ولو شرطا جمیعۃ للمضاربۃ کان قرضا کذا فی الہدایۃ وغیرہا واللہ تعالی اعلم

محدث دہلی

ج : روپئے پیسے کی حفاظت کا بنک کے علاوہ اور کوئی دوسرا محفوظ ذریعہ نہ ہو تو بنک میں سیونگ اکاؤنٹ کھولنا جائز ہے اور اس صورت میں بنک سے جس قدر سود کی رقم ملے اسے بنک میں چھوڑا نہ جائے بلکہ نکال لیا جائے لیکن اس کو اپنی یا اپنے کسی عزیز بلکہ کسی بھی مسلمان کی ضرورت جائز خاصہ یا مشترکہ میں صرف نہ کیا جائے اس سے بیت الخلاء یا پلیا یا سڑک اور نہر وغیرہ بھی بنوائی جائے بلکہ کسی غریب غیر مسلم پر صرف کردی جائے یا کسی ایسے کالج اور اسکول میں دیدے جائے جس میں پڑھنے والے صرف غیر مسلم ہوں یا ایسے سرکاری ٹیکسوں میں خرچ کردی جائے جو شرعا محض جبر وظلم اور ناحق ہیں مثلا بکر ٹیکس (سیلس ٹیکس) یا انکم ٹیکس یا ہاؤس ٹیکس وغیرہ کسی بھی سودی رقم کا کسی مسلمان کی ضروریات میں خرچ کرنا خواہ وہ کتنا ہی غریب کیوں نہ ہوں جائز نہیں ہے ۔ یا مال خبیث ہر مسلمان کے حق میں بہر حال خبیث ہی ہے ۔ ہذا ما ظہر لی والعلم عنداللہ تعالی ۔

آپ کے مسئلہ مستفسرہ پر اس سے پہلے کئی مرتبہ لوگوں کے استفسار پر اور بغیر استفسار کے بھی غور فکر اور چھان بین کرنے کی ضرورت پش آئی اور حسب مقدرت غور وتحیص سے کام لیا گیا مگر افسوس ہے کہ مجھے اب تک بینک سے یا کسی فرد سے یا کسی بھی سوسائٹی سے سودی قرض لے کر کاروبار کرنے یا مکان بنانے اور سود دینے کے جواز کے بارے میں اطمینان اور شرح صدر نہیں ہو سکا جس طرح سود لینے پر ممانعت آئی ہے اس طرح سود دینے پر بھی ممانعت آئی ہے اور سود لینے اور دینے والے اور دینے والے دونوں نفس گناہ میں یکساں

قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے : لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربا ومؤکلہ وکاتبہ وشاہدیہ وقال : ہم سواء اور ارشاد فرمایا : گیا : الاخذ والمعطی فیہ سواء ( مسلم )

سودی قرض لینے کے لئے جو مجبوری حکومت کے قانون کی بنا پر بیان کی گئی ہے وہ شرعا اضطرار و مجبوری کے حکم میں نہیں ہے کوئی شخص انکم ٹیکس کی زد میں آنے والا کاروبار کرنے پر شرعا مجبور نہیں ہے اور نہ وہ اس کا مکلف ہے اور اگر کوئی دس ہزار یا اس سے اوپر کی آمدنی والا کاربار و کرنا چاہتا ہے تو اسے دیا نتداری کے ساتھ اپنا حساب و کتاب رکھ کر عائدہ شدہ انکم ٹیکس ادا کرنا چاہیئے۔ البتہ اگر مجوزہ انکم ٹیکس اتنا زیادہ ہو کہ وہ کھلا ہوا ظلم اور صریح زیادتی ہو تو اس سے بچاؤ کے لئے اور اپنے کاروبار کو جاری اور محفوظ رکھنے کے لئے رشوت سے کام لیا جاسکتا ہے۔ اور اپنے واجبی حق کو حاصل کرنے اور محفوظ رکھنے کے لئے اور نیز ظلم سے بچنے کے لئے کوئی جائز شکل نہ ہو بجز زر شوت دینے تو فقہا نے خاص ایسی صورت میں رشوت دینے کو جائز بتایا ہے۔ ایسی صورت میں گنہگار صرف مرتشی ہوگا۔

امید ہے کہ آپ نے اس سلسلہ میں دوسرے علماء سے بھی استفسار کیا ہوگا امید ہے کہ آپ ان کے جواب سے مطلع کریں گے۔ مکتوب

آپ کے استفسار بابت لون پر بینک سے روپیہ لینے کا جواب مختصر الکھا جارہا ہے :

جہاں تک میں تحقیق کی ہے یہی معلوم ہوا کہ بینکوں سوسائٹیوں اور ڈاک خانوں سے بطور قرض روپیہ لینے والوں کو کسی نہ کسی مرحلہ میں سود ضرور دینا پڑتا ہے ایسی صورت میں لون پر روپیہ اٹھانا شرعا ٹھیک نہیں ہے۔ جس طرح بینک یا ڈاک خانہ میں اپنے جمع کئے ہوئے روپئے کا سود لے کر اس سے فائدہ اٹھانا حرام ہے۔ اس طرح قرض لئے ہوئے رقم پر سود دینا بھی حرام ہے حکومت وقت غریبوں کو قرض دے کر اوپر اٹھانے کی جو اسکیم بناتی اور رائج کرتی ہے وہ سودی لین دین سے خالی نہیں ہوتی اس لئے ایسی اسکیم سے مسلمان کے لئے فائدہ اٹھانا ٹھیک نہیں ہے

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

## فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

### جلد نمبر 2۔ کتاب البیوع

### صفحہ نمبر 365

### محدث فتویٰ